© rasailojaraid.com

کو لبیک کہا۔ اور پورے سرکاری اعزاز و احترام کے ساتھ دلّی میں جو ملّت کے ہزاروں آفتاب و ماہتاب کا آخری مسکن ہے سپردِ خاک کر دیئے گئے۔ ان کے انتقال کے بعد سابق صدر جمہوریۂ ہند آں جہانی ڈاکٹر راجندر پرشاد نے صحیح کہا تھا کہ مولانا کی ذات ملک کی نصف صدی کی تاریخ تھی اور آج ان کی مُردہ لاش کو سرزمین دِلّی میں دفن نہیں کیا جا رہا ہے۔ بلکہ پورے پچاس سال کی تہذیب و تاریخ ان کے ساتھ مدفون ہو رہی ہے۔

بساطِ فکر و فن اور میدانِ علم و ادب میں جہاں سے دوسرے لوگ سفر شروع کرتے ہیں مولانا اس کم عمری میں اس منزل پر پہنچ کر پیڑیں کے کانٹے چن رہے تھے ۱۴ برس کی عمر میں وہ سپہر علم و ادب پر ایک تارہ بن کر چمکے اور دیکھتے دیکھتے چند ہی سالوں کی قلیل مدت میں ایک روشن آفتاب بن کر سرزمین ہند پر ضوفشانی کرنے لگے ان کے قلم کی جولانی نے خانقاہوں سے لے کر بڑی بڑی علمی درسگاہوں تک اور ایوانِ حکومت سے لے کر بڑے بڑے سیاسی اداروں تک کو چونکا دیا ملک کی علمی ادبی اور سیاسی شخصیتوں کی نگاہیں ان کی طرف مرکوز ہونے لگیں اور پہلے ہی دن پورے ملک نے ان کا لوہا مان لیا۔

مولانا نے ادب و صحافت سے اپنی زندگی کا سفر شروع کیا تھا ۱۹۱۲ء میں سب سے پہلے کلکتہ سے انھوں نے ہفتہ وار الہلال نکالا وہ ایک شعلۂ جوالا تھا۔ جس نے لاکھوں تیرہ و سرد دلوں کو روشنی اور گرمی پہنچائی۔ اس وقت ملک کی عظیم شخصیت شیخ الہند مولانا محمود الحسن صاحبؒ نے فرمایا تھا کہ ہم لوگ اب تک خوابِ غفلت میں پڑے ہوئے تھے الہلال نے ہمیں بیدار کر دیا۔ مگر حکومت برطانیہ کی نظرِ بد سے وہ محفوظ نہیں رہ سکا۔ اور دو سال کے بعد بند ہو گیا۔ پھر البلاغ کے نام سے مولانا نے دوسرا جریدہ نکالا اس کی زندگی بھی بہت مختصر ثابت ہوئی اور پھر جلا وطنی اور نظر بندی کے ناخوشگوار حادثات پیش آنے لگے۔ مولانا کی عمر کا ساتواں حصہ جیل کی چہار دیواریوں میں گذرا ہے:-

مولانا آزادؒ نے اُردو زبان کو ایک ایسا اسلوب ایک ایسا لب و لہجہ ایک ایسا اندازِ بیان

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اور ایک ایسی طرزِ نگارش عطا کی کہ اُردو میں انتہائی بلاغت، جلالت و جبروت، عظمت و تمکنت اور سلاست و دلِ نشینی پیدا ہوگئی، اس وقت ادب و صحافت کا کارواں جن راہوں سے گذر رہا تھا مولانا کے اسلوبِ نگارش کو دیکھ کر سہما ٹھہرا اور آگے بڑھنے سے اپنے قدم کو روک لیا۔ اور الہلال والبلاغ کی طرزِ نگارش اور روش پر نگاہیں مرکوز کردیں اس وقت کا شاید ہی کوئی ادیب کوئی صحافی اور کوئی ایسا نثار ہوگا جس نے الہلال کی طرزِ تحریر سے متاثر ہوکر اسے اپنانے کی کوشش نہ کی ہو۔ اس طرح "مولانا ابوالکلام آزاد" نے اُردو ادب کی جو خدمت انجام دی تاریخ ادب کے صفحات پر زرّیں حرفوں سے لکھے جانے کے قابل ہے۔

مولانا آزادؒ صرف ایک اونچے درجے کے ادیب اور سیاست داں ہی نہ تھے بلکہ اپنے دور کے بہت بڑے ایک جیّد عالم اور عبقری ذہن رکھنے والے ایک مفکرِ اسلام بھی تھے۔ اسلامی علوم پر انھیں گہری بصیرت تھی دیگر علوم وفنون کے گہرے مطالعے کے ساتھ ساتھ خود اُن کے قول کے مطابق عربی، فارسی اور اُردو میں جتنی قدیم وجدید تفاسیر ہیں وہ تمام قرآن کی نظر سے گذر چکے تھے۔

مولانا کے دل میں ترجمہ وتفسیر کا ایک داعیہ پیدا ہوا اور ۱۹۱۶ء میں البلاغ کے صفحات پر ترجمان القرآن اور تفسیر البیان کا اعلان کردیا گیا ترجمہ اور تفسیر کا کام انھوں نے ۱۹۱۹ء میں شروع کردیا تھا حالات اگر سازگار ہوتے تو جس تیزی سے کام ہو رہا تھا ۲ دو سال کی مدت اس کی تکمیل کے لئے کافی تھی مگر جلاوطنی، نظر بندی اور قید وبند کی صعوبتوں نے اس کا موقع نہیں دیا اور یہ کام ۲ دو سال کے بجائے ۱۵ سال کی مدت یعنی ۱۹۳۰ء میں پورا ہوا۔ چوں کہ سیاسی زندگی کی شورشیں اور علمی زندگی کی جمعیتیں ایک زندگی میں بڑی مشکل سے جمع ہوتی ہیں مولانا نے ان دونوں کو ایک زندگی میں سمونے کی کوشش کی اور بحمداللہ وہ بہت حد تک کامیاب رہے اگرچہ ۲ دو سال کا کام پندرہ سال میں پورا ہوا۔

قرآنِ کریم کی جن آیتوں کے تراجم او پر پیش کئے جاچکے ہیں انھیں تین آیتوں کا ترجمہ مولانا

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کے قلم سے پیش کیا جا رہا ہے۔

وَاِذْ قَالَ موسیٰ لِقَوْمِہٖ الخ

اور (پھر وہ وقت) جب موسیٰ (کتاب الٰہی کا عطیہ لے کر پہاڑ سے اُترا تھا اور تمھیں ایک بچھڑے کی پوجا میں سرگرم دیکھ کر) پکار اُٹھا تھا۔ اے میری قوم! (افسوس تمھاری حق فراموشی پہ) تم نے بچھڑے کی پوجا کر کے خود اپنے ہاتھوں اپنے کو تباہ کر دیا ہے پس چاہیئے کہ اپنے خالق کے حضور میں توبہ کرو اور گئوسالہ پرستی کے بدلے اپنی جانوں کو قتل کرو اسی میں خدا کے نزدیک تمھارے لئے بہتری ہے۔ چنانچہ تمھاری توبہ قبول کر لی گئی اور اللہ بڑا ہی رحمت والا اور رحمت سے درگذر کرنے والا ہے۔

دوسرا پارہ دوسرا رکوع ملاحظہ ہو۔

فَاذْكُرُوْنِيْٓ اَذْكُرْكُمْ الخ

پس (اب) میری یاد میں لگے رہو میں بھی تمھاری طرف سے غافل نہ ہوں گا (یعنی قانونِ الٰہی یہ ہے کہ اگر تم اللہ سے غافل نہ ہو گے تو اللہ کی مدد و نصرت بھی تمھاری طرف سے غافل نہ ہوگی) اور دیکھو! میری نعمتوں کی قدر کرو ایسا نہ کرو کہ کفرانِ نعمت میں مبتلا ہو جاؤ مسلمانو! صبر اور نماز (کی معنوی قوتوں) سے سہارا پکڑو یقین کرو اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔ اور جو لوگ اللہ کی راہ میں قتل ہو جاتے ہیں تو یہ مت کہو کہ مردے ہیں۔ نہیں وہ تو زندہ ہیں لیکن تم ان کی زندگی کا شعور نہیں رکھتے اور یاد رکھو! یہ ضرور ہونا ہے کہ ہم تمھارا امتحان لیں۔ خطرات کا خوف، بھوک کی تکلیف، مال وجان کا نقصان، پیداوار کی تباہی۔ یہ دو آزمائشیں ہیں جو تمھیں پیش آئیں گی پھر جو لوگ صبر کرنے والے ہیں انھیں

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

(فتح وکامرانی کی) بشارت دے دو۔

سورۂ بقرہ کی آخری آیت

لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا الخ	اللہ کسی جان پر اس کی طاقت سے زیادہ ذمہ داری نہیں ڈالتا ہر جان کے لئے وہی ہے جیسی کچھ اس کی کمائی ہے جو کچھ اسے پانا ہے وہ بھی اس کی کمائی سے ہے اور جس کے لئے اسے جواب دہ ہونا ہے۔ وہ بھی اس کی کمائی ہے (پس ایمان والوں کی صدائے حال یہ ہوتی ہے کہ) خدایا! اگر ہم سے سعی وعمل میں بھول چوک ہوجائے تو اس کے لئے نہ پکڑیو اور ہمیں بخش دیجیو! خدایا ہم پر بندھنوں اور گرفتاریوں کا بوجھ نہ ڈالیو جیسا کہ ان لوگوں پر ڈالا تھا جو ہم سے پہلے گذر چکے ہیں۔ خدایا! ایسا بوجھ ہم سے نہ اٹھوائیو جس کے اٹھانے کی ہم (ناتوانوں) میں سکت نہ ہو۔ خدایا! ہم سے درگذر کر! خدا! ہم پر رحم کر! خدایا تو ہی ہمارا مالک وآقا ہے پس ان (ظالموں) کے مقابلے میں جن کا گروہ کفر کا گروہ ہے ہماری مدد فرما!

صد افسوس کہ دورِ حاضر کے چند قابلِ ذکر مترجم شخصیتوں کے تراجم نہیں مل سکے ورنہ ان کے نمونے بھی پیش کئے جاتے۔

ادارہ ندوۃ المصنفین دھلی کے
قواعد وضوابط اور فہرست کتب
مفت طلب فرمائیے۔
منیجر ندوۃ المصنفین اردو بازار جامع مسجد دہلی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

شیخ الرئیس بوعلی سینا

اور

مرضِ عشق

از حکیم محمد عطاء الرحمٰن سیوانی ندوی ۔ بی یو ۔ ٹی ۔ ایس (علیگ)

لٹریری ریسرچ یونٹ ۔ اجمل خاں طبیہ کالج مسلم یونیورسٹی علی گڑھ

ہر زمانہ کے شعراء نے اپنے اپنے دور میں عشق کو ہر کیف دہر، مسرت اور حزن و ملال کے ایک سلسلۂ لامتناہی کی شکل میں پیش کیا ہے ۔ جس کی تفصیل اردو فارسی کی کسی بھی تاریخ ادب کی کتاب میں تلاش کی جاسکتی ہے ۔ رومانیت پسند شعراء تو یہاں تک کہہ گئے ہیں ۔

شاید اسی کا نام محبت ہے شیفتہ ایک آگ سی ہے سینہ کے اندر لگی ہوئی

لیکن عموماً لوگ مرحلۂ عشق کے صحیح راہ رو نہیں ہوتے بلکہ محض خیالی طور پر اپنے آپ کو "یکے از عشاق نامراد" ظاہر کرتے ہیں جیسا کہ عراقی علیہ الرحمہ نے فرمایا ہے ۔

عاشق کہ شد کہ یار بہ حالش نظر نہ کرد اے خواجہ درد نیست وگرنہ طبیب ہست

غرض عشق دو ہی ٹھیرے ایک وہ جسے "اہلِ نظر" "حقیقی" اور "صادق" کہتے ہیں اور دوسرا وہ جو عام طور پر "لوگوں کو ہو جاتا ہے" اور عموماً اسی دوسری قسم کو عشق کا مصداق سمجھا جاتا ہے لیکن جیسا کہ عراقی نے کہا ہے اس نام نہاد عشق کا بھی علاج ہے ہر چند کہ یہ بات رومانیت پسند طبائع کے لئے مضحک ہو مگر یہ فرض بھی وہی انجام دیتا ہے جو نکام سے لے کر

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کینسر (Cancer) تک کا علاج کرتا ہے، کیوں کہ طبیب نفسیات (Sychology) کا ماہر ہوتا ہے وہ جانتا ہے کہ عشق کے واردات "قلب پر وارد نہیں ہوتے" بلکہ دماغ سے تعلق رکھتے ہیں اور اس کے اعصاب میں چند پر اسرار اور ناقابلِ تشریح و توضیح ہیجانات پیدا کر دیتے ہیں۔ بقولِ شاعر

بلبل کے کاروبار پہ ہے خندہ ہائے گل　　کہتے ہیں جس کو عشق خلل ہے دماغ کا

اسلامی یونانی طب میں اس مرض کا بحیثیت طبی مرض کے قدیم ترین حوالہ طبری کی "فردوس الحکمۃ" میں ملتا ہے شاید ابو الحسن علی بن ابن الطبری سے پہلے اسلامی دور کے اطباء یونانی نے بھی اس سے تعرض کیا ہوگا مگر بدقسمتی سے ان کی تصانیف ہماری دسترس میں نہیں ہیں۔ طبری نے لکھا ہے۔

وبلغنا ان لبعض ابناء الملوک
الروم عشق امرأۃً من نساء ابیہ
فجعل یذوب بدنہ من حبّھا حتی
سقط ولم یکن لابیہ غیرہ فجمع الاطباءُ
لعلاجہ وعالجوہ فلم یقعوا علیہ الی
ان اتاہ شیخ من العلماء فجسّ عرقہ
فبینما العرق فی یدہٖ اذ مرت بہ
امرأۃ فاضطربت العروق وتتابعت
فلما رأی الطبیب ذلک أمسک
ساعۃ ثم جس العرق ثانیۃ وأمرت
یُمشّی کل انثیٰ فی دارھم، فلما سموا
تلک المرأۃ التی کان یعشقھا اضطرب

ہمیں یہ حکایت پہنچی ہے کہ روم کے کسی شاہزادے
کو اپنے باپ کی عورتوں میں سے کسی کے ساتھ
عشق ہو گیا تھا۔ اس کی محبت میں اس کا بدن
گھلا جا رہا تھا، یہاں تک کہ وہ بالکل لاغر و
نحیف ہو گیا۔ اس کے باپ کا اس کے سوا اور
کوئی بیٹا نہیں تھا، لہذا اس نے اطباء ملک کو
اس کے علاج کے لئے مامور کیا اور انھوں نے
اس کا علاج بھی کیا مگر کامیاب نہیں ہو سکے
آخر ایک پیر سال خوردہ عالم (طبیب) اس
کے دربار میں آیا اس نے شاہزادے کی نبض دیکھی
جب وہ نبض پر ہاتھ رکھے ہوئے تھا تو ایک
عورت وہاں سے گذری جس سے اس کی رگ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

العرق ایضا وتتابع فلم یشك
ان علته العشق لها، فاتی الملك
فاخبره ان لا علاج له الا فی شیء
لا یقدر علیه، فقال ان کان ذلك
مما یوجد بشطر ما املکه فهو
موجود، فقال لو اتی ذلك علی بعض
اهلك قال نعم فاخذ الامان
لابنه ولنفسه ثم اعلمه ان شفاءه
فی تزویجه تلك المرأة فسرّ الملك
بذلك وجمع بینهما وبرئ ابنه [1]

نبض پھڑکنے لگی، جب طبیب نے دیکھا تو کچھ دیر کے لئے رک گیا، پھر دوبارہ نبض دیکھی اور حکم دیا کہ محل کی جملہ خواتین کے نام بار بار لئے جائیں جب مریض شاہزادے نے اس عورت کا نام سُنا جس سے اسے عشق تھا تو پھر اس کی نبض بار بار پھڑکنے لگی، اب طبیب کو اس بات میں کوئی شک نہیں رہا کہ وہ اس عورت کے عشق میں مبتلا ہے۔ لہذا وہ بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اسے بتایا کہ اس کا کوئی علاج نہیں ہے صرف ایک علاج جس پر بادشاہ قادر نہیں ہے۔ بادشاہ نے کہا کہ اس امر خطیر کے بدلے میں اس کی مملکت کا ایک حصّہ بھی صرف ہو جائے تو وہ تیار ہے، طبیب نے کہا کہ اگر معاملہ آپ کے کسی اہل خانہ کا ہو؟ بادشاہ نے فرمایا اس کے لئے میں تیار ہوں۔ پس طبیب نے پہلے تو شاہزادے کے لئے اور پھر اپنے لئے بادشاہ سے امان حاصل کی۔ اور پھر عرض کیا کہ اس کی شفایابی اس عورت کے تزویج پر موقوف ہے، بادشاہ خوش ہو گیا اور دونوں کا وصال کرا دیا۔ اس طرح شاہزادہ تندرست ہو گیا۔

---

[1] ملاحظہ ہو، فردوس الحکمۃ فی الطب۔ تصیح ڈاکٹر محمد زبیر صدیقی صفحہ ۳۳۲ س ۹-۲۰
مطبوعہ برلن ۱۹۲۸ء

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ممکن ہے طبری کے شاگرد رازی اور اس کے جانشینوں ابوالحسن احمد بن محمد الطبری اور علی بن العباس المجوسی وغیرہ نے بھی اس کو بیان کیا ہو، مگر سب سے زیادہ وضاحت شیخ الرئیس بوعلی سینا نے القانون فی الطب میں کی ہے۔ "وکل الصید فی جوف الفرا" کے مصداق ہم اسی سے تعرض کر رہے ہیں جیسے اس نے جلد ثالث فن اول مقالہ چہارم فصل فی العشق میں لکھا ہے ——— پہلے اس "مرض لاعلاج" کی علامتیں تحریر کی ہیں۔

وعلامته غور العین ویبسها
وعدم الدمع الا عند البکاء وحرکة
متصلة للجفن ضحاکة کانه ینظر
الی شیء لذیذ او یسمع خبراً ساراً
او یمزح ویکون نفسه کثیر الانقطاع
والاسترداد فیکون کثیر الصعداء
ویتغیر حاله الی فرح وضحک او
الی غم وبکاء عند سماع الغزل
ولاسیما عند ذکر الهجر والنوی وتکون
جمیع اعضائه ذبلة خلا العین
فانها تکون مع غور مقلتها کبیرة الجفن
سمینته لسهره وتزفره المنجر الی
رأسه ولا یکون لشمائله نظام
ویکون نبضه (ای نبض العاشق)
نبضاً مختلفاً بلا نظام البتة کنبض
اصحاب الهموم ویتغیر نبضه وحاله

اس کی علامت آنکھوں کا دھنس جانا
اور ان کا خشک ہونا، آنسوؤں کا نہ بہنا سوائے
بکاء وزاری کے وقت، پلکوں کی متصل حرکت
گویا وہ ہنس رہے ہیں، اور گویا مریض کسی
لذت بخش شے کی طرف دیکھ رہا ہے یا کسی
مسرور کن خبر کو سن رہا ہے یا مزاح کر رہا ہے
اس کا سانس بار بار منقطع ہوتا ہے اور پھر
واپس آتا ہے۔ اسے بہت زیادہ دردِ سر
لاحق رہتا ہے۔ غزلیات سنتے وقت اس کا
حال متغیر ہو جاتا ہے، کبھی فرحت و ہنسی کی
کیفیت طاری ہوتی ہے اور کبھی غم اور گریہ
وزاری کی خصوصاً ہجر اور فراق کی یاد سے۔
اس کے سارے اعضا لاغر ہوتے ہیں سوائے
آنکھوں کے جن کے دھنسنے کے باوجود ان کے
کوئے بڑے ہوتے ہیں، جس کی وجہ اس کی کثرت
بیداری ہوتی ہے۔ اس کی آہیں سر تک جا پہنچتی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

هذا ذكر المعشوق خاصة وعند لقائه بغتة[1]

ہیں، اس کے عادات میں کوئی نظم قائم نہیں رہتا اس کی نبض مختلف اور غیر منتظم ہوتی ہے جس طرح غمگین لوگوں کی ہوتی ہے۔ اس کی نبض اور اس کا حال خاص طور سے معشوق کے ذکر اور اس سے یکایک ملاقات کے وقت متغیر ہو جاتا ہے۔

زاں بعد اس نے اس "عاشق ناشاد" کے معشوق کی دریافت کے لئے ان علامات بالخصوص نبض سے کام لینے کا طریقہ بتایا ہے۔

ويمكن من ذلك ان يستدل على المعشوق انه من هو اذا لم يعترف به فان معرفة معشوقه احد سبيل علاجه والحيلة فى ذلك ان يذكر اسماء كثيرة تعاد مرارا ويكون اليد على نبضه فاذا اختلف بذلك اختلافا عظيما وصار شبه المنقطع ثم عاود وجربت ذلك مرارا، علمت انه اسم المعشوق ثم يذكر كذلك السكك والمساكن والحرف والصناعات والنسب والبلدان

ان علامتوں سے اس بات کا امکان ہے کہ اس کے معشوق پر استدلال کیا جا سکے کہ وہ کون ہے۔ جب کہ عاشق خود اس کا نام نہ بتلائے۔ کیوں کہ معشوق کو معلوم کرنا اس کے علاج کا ایک طریقہ ہے اور اس کا طریقہ یہ ہے کہ مختلف نام بار بار دہرائے جائیں اور طبیب کا ہاتھ مریض کی نبض پر برابر رہے، پس جب نبض کی حالت میں بہت زیادہ اختلاف رونما ہو اور منقطع سی معلوم ہونے لگے اور پھر لوٹ آئے۔ میں نے اس امر کا بارہا تجربہ کیا ہے۔ تو تم جان لوگے کہ اس کے معشوق کا یہی نام ہے (جس کے اوپر مریض کی نبض مختلف ہوگی) پھر

[1] ملاحظہ ہو، القانون فی الطب از شیخ بو علی سینا صفحہ ۳۱۷ مطبوعہ نول کشور پریس لکھنؤ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

وتضیف کلامنھا الی اسم المعشوق ویحفظ النبض حتی اذکان یتغیر عند ذکر شئ واحد مرارا، جمعت من ذلک خواص معشوقه من الاسم والحیلة والحرفة وعرفته[1]

اسی طرح گلی کوچوں، مقامات، مختلف پیشوں، نسبتوں اور شہروں کے نام لئے جائیں (جب صحیح تفصیلات مل جائیں) تو ان میں سے ہر ایک کو معشوق کے نام کے ساتھ ملایا جائے اور اس کی نبض (ذہن میں) محفوظ رکھی جاتے یہاں تک کہ ایک ہی شے کے ذکر کرنے سے وہ بار بار متغیر ہو۔ اس طرح تم اس کے معشوق کے حالات کا مثلاً اس کا نام، حلیہ، پیشہ جمع کرلو اور شناخت کرلو۔

یہ صرف شیخ کا قیاس ہی نہیں ہے بلکہ اس کا ذاتی تجربہ بھی ہے، چناں چہ وہ اس "حیلہ" کے بعد لکھتا ہے

فانا قد جربنا هذا واستخرجنا به ما کان فی الوقوف علیه منفعة ثم ان لم تجد علاجا الا تدبیر الجمع بینهما علی تحلة الدین والشریعة فعلت[2]

کیوں کہ ہم نے اس طریقہ کو بارہا آزمایا ہے اور اس کے ذریعہ سے وہ معلومات حاصل کی ہیں جن کی واقفیت منفعت بخش ثابت ہوئی، پھر اگر تم اور کوئی علاج نہ پاسکو سوائے ان کے ازدواج کے جس طور پر کہ وہ ازدواج مذہب اور شریعت میں جائز ہو تو اس کے مطابق عمل کرو (یعنی ان دونوں کی شادی کرادو)

ازاں بعد لکھتا ہے

وقد رأینا من عاودته الصحة والقوة وعاد الی لحمه وکان قد

ہم نے ان مریضوں کو بھی دیکھا جن کی اس طریقہ سے سلامتی اور قوت لوٹ آئی اور ان کا

---

[1] ملاحظہ ہو۔ القانون فی الطب صفحہ ۷۱ [2] ایضاً صفحہ ۷۱

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

بلغ الذبول وجاوزہ وقاسی الامراض
الاصعبة المزمنة والحمیات الطویلة
بسبب ضعف القوة لشدة العشق
لما حصل بوصل من معشوقه بعد
مطل معاودة فی اقصر مدة
(ایضاً صفحہ ۹۱)

گوشت بھی دوبارہ بدن پر آگیا، حالانکہ وہ لاغری کی حد تک پہنچ کر اس سے تجاوز کر گیا تھا اور مریض نے بڑے سخت اور مزمن امراض جیسے لمبے اور عرصہ دراز تک بخار میں بھی مبتلا رہا تھا جس کی وجہ عشق کی شدت کے باعث مریض کے اندر ضعف قوت تھی، یہ سلامتی مریضِ عشق کو اس وقت حاصل ہوئی جب کہ مدت دراز کے بعد اسے اپنے معشوق کا وصال حاصل ہوا۔ اور یہ سلامتی و تندرستی اتنی قلیل مدت میں اس کو حاصل ہوئی کہ جس سے ہمیں خود بھی تعجب ہوا۔

لیکن بدقسمتی سے شیخ کی عادت مستمرہ ہے کہ وہ اپنی زندگی کے واقعات و تجربات کی زمانی و مکانی طور پر نشان دہی نہیں کرتا، وہ یہ تو کہتا ہے کہ ہم نے "اس کا تجربہ کیا" لیکن یہ نہیں بتاتا کہ کب کیا، کہاں کیا، اور کس کے اوپر کیا؟

خوش قسمتی سے یہ تفصیل نظامی عروضی سمرقندی کے چہار مقالہ کے مقالہ چہارم حکایت پنجم میں موجود ہے۔ وہ شیخ کے جرجان سے فرار اور ریگزار دہستان سے نجات کے بعد جرجان پہنچنے کے ضمن میں لکھتا ہے۔

"وابو علی بطوس رفت و بہ نشاپور رسید، خلقے را دید کہ ابو علی را می طلبیدند متفکر بگوشۂ فرود آمد و روزے چند آنجا ببود و از آنجا روئے بگرگان نہاد کہ قابوس پادشاہ گرگان بود و مردے بزرگ و فاضل دوست و حکیم طبع بود، ابو علی دانست کہ او را آنجا آفتے نرسد چوں بجرگان رسید بکاروان سرائے فرود آمد مگر در ہمسایگی او یکے بیمار شد معالجت کرد، بہ شد، بیمارے دیگر را نیز معالجت کرد بہ شد، بامداد قارورہ آوردن گرفتند و ابو علی ہمی نگریست و دخلش پدید آمد

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

درد وی بروز می افزود، روزگارے چنیں می گذاشت مگر یکے از اقربائے قابوس وشمگیر راکہ
پادشاہ گرگان بود عارضہ پدید آمد و اطباء بہ معالجت او برخواستند و جہد کردند جہدے تمام
نمودند علت بہ شفا نہ پیوست و قابوس را عظیم در آں دل بستگی بود، تا یکے از خدم قابوس
را گفت کہ در فلاں کاروانسرا جوانے آمدہ است عظیم طبیب و بہ غایت مبارک دست و چند
کس بر دست او شفا یافت۔ قابوس فرمود کہ او را طلب کنید و بہ سر بیمار برید تا معالجت کند
کہ دست از دست مبارک تر بود۔ پس ابو علی را طلب کردند و بہ سر بیمار بردند جوانے
دید بہ غایت خوب روئے و متناسب اعضا خطا اثر کردہ و زار افتادہ، پس بنشست و نبض
او بگرفت و تفسرہ بخواست و بدید، پس گفت مرا مردے می باید کہ غرفات و محلات گرگاں
را ہمہ شناسد، بیاوردند و گفتند، اینک۔ ابو علی دست بر نبض بیمار نہاد و گفت بر گوئی و
محلتہائے گرگاں را نام بردہ۔ آں کس آغاز کرد و نام محلتہا گفتن گرفت تا رسید بہ محلتے کہ نبض
بیمار و آں حالت حرکتے غریب کرد۔ پس ابو علی گفت ازیں محلت کوہا بردہ، آں کس برداد
تا رسید تا بنام کوئے کہ آں حرکت غریب معاودت کرد۔ پس ابو علی گفت کسے می باید کہ دریں
کوئے ہمہ سرائے ہائے را بداند، بیاوردند و سرائے ہا را بر دادن گرفت تا رسید بداں سرائے کہ
ایں حرکت باز آمد، ابو علی گفت اکنوں کسے می باید کہ نام ہائے اہل سرائے تمام داند و بر دہد
بیاوردند، بر دادن گرفت تا آمد بنامے کہ ہماں حرکت حادث شد، آں کہ ابو علی گفت "تمام
شد" پس روئے بہ معتمدان قابوس کرد و گفت، ایں جوان در فلاں محلت و در فلاں کوئے
و در فلاں سرائے بر دختر فلاں فلاں نام عاشق است و داروئے او وصال آں دختر است
و معالجت او دیدار او باشد۔ پس بیمار گوش داشتہ بود و ہرچہ خواجہ ابو علی می گفت می شنید،
از شرم سر در جامۂ خواب کشید۔ چوں استطلاع کردند ہم چناں کہ خواجہ ابو علی گفتہ بود، پس
ایں حال را پیش قابوس رفع کردند، قابوس را عظیم آمد و گفت "او را بہ من آرید" خواجہ
ابو علی را پیش قابوس بردند و قابوس صورت ابو علی داشت کہ سلطان یمین الدولہ فرستادہ بود،

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

چوں پیش قابوس آمد، گفت، "انت ابو علی؟" گفت، "نعم یا ملک معظم" قابوس از تخت فرود آمد و چند گام ابو علی را استقبال کرد و در کنارش گرفت و با او بر یکے نہالی پیش تخت نشست و بزرگی ہا پیوست و نیکو پرسید و گفت۔ "اجل افضل و فیلسوف اکمل کیفیت ایں معالجہ البتہ باز گوید" ابو علی گفت۔ "چوں نبض و تفسرہ بدیدم مرا یقین گشت کہ علت عشق است و از کتمان سر حال بدیں جا رسیدہ است۔ اگر از وے سوال کنم راست نگوید۔ پس دست بر نبض او نہادم نام محلات می گفتند چوں بہ محلت معشوق رسید عشق او را بجنبانید، حرکت بدل شد، دانستم کہ دراں محلت است، بگفتم تا نام کوے ہا گفتند، چوں نام کوے معشوق خویش شنید، ہماں معنی حادث شد، نام کوے نیز بدانستم، بفرمودم تا سراے ہا را نام بردند چوں نام سراے معشوق رسید ہماں حالت ظاہر شد سراے نیز بدانستم بگفتم تا نام ہمہ اہل سراے بردند چوں نام معشوق خود بشنید بہ غایت متغیر شد، معشوق را نیز بدانستم، پس بدو گفتم و او منکر نتوانست شدن مقر آمد"

قابوس ازیں معالجت شگفتی بسیار نمود و متعجب بماند، والحق جائے تعجب بود، پس گفت "یا اجل افضل اکمل، عاشق و معشوق ہر دو خواہر زادگان من اند و خالہ زادگان یکدیگر، اختیارے بکن تا عقد ایشاں بکنم۔" پس خواجہ ابو علی اختیارے پسندیدہ بکرد و آں عقد بکردند، و عاشق و معشوق را بہم پیوستند، و آں جوان پادشاہ زادہ خوب صورت از چناں رنجے کہ بمرگ نزدیک بود درست[1]۔

غرض شیخ کا جرجان پہنچنا مسلم ہے، چناں چہ آقاے سعید نفیسی نے لکھا ہے۔

"در گرگان ابن سینا حتماً با خاندان قابوس روابطے بہم زدہ است، چناں کہ رسالتے در عروض گرگان برائے دریں گیس دختر قابوس نوشتہ است کہ ابو الریحان البیرونی از آں یاد کردہ است[2]"

بلکہ خود شیخ اپنی سوانح عمری میں اس بات کا معترف ہے اور لکھتا ہے۔

---

[1] قزوینی: تعلیقات چہار مقالہ (مرتبہ ڈاکٹر معین) صفحہ ۱۲۱-۲۲-۱۲۳

[2] سعید نفیسی: پور سینا صفحہ ۲۶ (نیز قزوینی تعلیقات چہار مقالہ صفحہ ۲۳۵-۲۳۶ ملاحظہ ہو)

© rasailojaraid.com

"ثم دعت الضرورة الی الانتقال الی نسا ومنها الی جرجان وکان قصدی الامیر قابوس فاتفق . . . موته ثم مضیت الی دهستان ومرضت بها مرضاً صعباً وعدت الی جرجان"[1]

پھر ضرورت میرے نسا کی طرف جانے کی مقتضی ہوئی اور وہاں سے جرجان جانے کے لئے۔ میرا ارادہ امیر قابوس سے ملاقات کا تھا مگر (اس اثنا میں) اس کی موت واقع ہوگئی پھر میں دہستان چلا گیا جہاں ایک سخت مرض میں مبتلا ہوگیا اور پھر جرجان واپس آیا۔

مگر چہار مقالہ کے فاضل ایڈیٹر محمد بن عبدالوہاب قزوینی نے اس پوری حکایت کو قابلِ التفات نہیں سمجھا بلکہ اسے "بڑھا بھی دیتے ہیں کچھ زیبِ داستاں کے لئے" کے مصداق مصنف (نظامی عروضی) کی اختراع قرار دیا ہے اور اس کی صحت پر اپنے شک کا بدیں طور اظہار کیا ہے۔

"صدق وصحت ایں حکایت لعینہا بہ تحقیق نہ پیوستہ"[2]

اور اس شک کی تائید میں تین دلیلیں دی ہیں جس کی تفصیل آگے آرہی ہے۔ فضلائے ایران میں سے آقائے سعید نفیسی کا بھی کچھ ایسا ہی خیال ہے چنانچہ انھوں نے لکھا ہے۔

"داستانے کہ دربارۂ ابن سینا ومحمود غزنوی رواج بسیار دارد یکسر ساختگی ونادرست است"[3]

محققین یورپ میں سے زخائو Sachau بھی جس نے البیرونی کی "الآثار الباقیہ عن القرون الخالیہ" کو ایڈٹ کیا ہے۔ اس حکایت کی صحت کا منکر ہے۔ اس کے دلائل انکار اور ان پر تبصرہ بھی آگے آرہا ہے۔

---

[1] عیون الانبار جلد ۲ صفحہ ۴

[2] قزوینی : تعلیقات چہار مقالہ صفحہ ۲۲۶ س ۲۳ ملاحظہ ہو

[3] سعید نفیسی : پورسینا صفحہ ۱۵۲

لیکن یورپی فضلاء ہوں یا ایرانی ادباء، دونوں کے دلائل یکسر ضعیف ہیں اور ایسا اندیشہ ہوتا ہے کہ اس عہد کی تاریخ ایران سے سطحی واقفیت کا نتیجہ ہیں۔

اس عاجز کے خیال میں یہ شکوک و شبہات قطعاً بے بنیاد ہیں، چنانچہ بعد کے مؤرخین نے جنھیں اس حکایت کی تنقید کے لئے عہد حاضر کے محققین سے کہیں زیادہ مواقع حاصل تھے اسے اس طور پر نقل کیا ہے گویا انھیں اس کی صحت میں کوئی شک نہیں ہے اور وہ اسے ایک واقعہ نفس الامری سمجھتے ہیں۔ مثال کے طور پر قاضی احمد غفاری نے "تاریخ جہاں آرا" میں اور خواندمیر نے "حبیب السیر" میں شیخ بوعلی سینا کے سلسلہ میں اس واقعہ کو بغیر کسی تنقید کے نقل کیا ہے۔ بلکہ صاحب حبیب السیر تو اس کی حتمی طور پر صحت کے قائل ہیں، چنانچہ لکھتے ہیں۔

"بہ صحت پیوستہ کہ دراں آوان کہ کوکب دولت سلطان محمود غزنوی بدرجہ استقلال رسید بعضے از اہلِ شر و فساد بہ عرض رسانیدند کہ شیخ ابو علی بد مذہب است، سلطان محمود از غایت عصبیت قصدِ شیخ فرمودہ، ابوالفضل حسن بن میکال را نزد خوارزم شاہ ارسال داشت و پیغام داد کہ چناں معلوم شد کہ دراں دیار جمعے از افاضل عدیم المثل توطن دارند باید کہ ایشاں را بہ پایہ سریر اعلیٰ فرستی، ابوریحان و ابوالخیر ملازمت سلطان اختیار کردند ابو علی و ابو سہل بہ تعجیل از خوارزم بیروں آمدہ راہ فرار پیش گرفتند و در بیابانے کہ میانِ خوارزم و ابیورد است سرگردانی بسیار کشیدہ، ابو سہل دراں صحرا از وفور تشنگی و گرما فوت شد و ابو علی بدحال و بیمار بہ ابیورد رسید و از آں جا بہ استو و از استو بہ جرجان رفت۔"[1]

عہد حاضر میں محققین یورپ کے اندر الیٹ Elliot[2] نے اور ہندوستان میں پروفیسر

---

[1] خواندمیر: حبیب السیر جلد ۲ صفحہ ۴۴۴ (تہران ۱۳۳۳ شمسی)

[2] ملاحظہ ہو Elliot and Dawson. History of India (1969) 3

محمد حبیب[1] نے بھی اسی طرح اس واقعہ کو صحیح تسلیم کیا ہے۔

اب رہا ناقدین کا شک تو اس کی تفصیل یہ ہے۔

قزوینی نے اس حکایت کی صحت سے مزید انکار ابوریحان البیرونی کے غزنی جانے کے سلسلے میں کیا ہے اور حسب ذیل دلائل اپنے انکار کے سلسلہ میں دئے ہیں۔

(الف) اما ایں کہ نظامی عروضی ابو نصر بن عراق را برادر زادۂ خوارزم شاہ دانستہ است، از ملاحظہ نسب ہر دو معلوم می شود کہ باطل است۔ چہ خوارزم شاہ ابو العباس مامون بن مامون بن محمد است و صاحب ترجمہ منصور بن علی بن عراق و شاید نسبتے دیگر بین ایشاں بودہ است، واللہ اعلم[2]"

(ب) "آنچہ دریں حکایت متعلق بہ ملاقات ابو علی با امیر قابوس است باید مجعول و بے اصل باشد[3]"

(ج) "مصنف را دریں فقرہ دو سہو واضح دست دادہ است، یکے آں کہ وزارت ابو علی سینا را در رے فرض کردہ وحالاں کہ در ہمدان بودہ است۔ دیگرے آں کہ ابو علی را وزیر علاء الدولہ دانستہ وحالانکہ ہیچ وقت وزارت علاء الدولہ را نہ نمودہ[4]"

مگر یہ دلائل کچھ زیادہ وقیع نہیں ہیں کیوں کہ

(الف) قزوینی کی پہلی دلیل پر تبصرہ کرنے سے قبل اس تلخ حقیقت کی جانب بھی متوجہ کرنا ضروری ہے کہ باوجود ان کی سنجیدگی و متانت کے اس حکایت پر تعلیقات قلمبند کرتے وقت وطنی عصبیت سے وہ متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکے جس کے نتیجہ

---

[1] ملاحظہ ہو Mahmud of Gazna By Late Professor M. Habib

[2] قزوینی، تعلیقات چہار مقالہ صفحہ ۲۲۲ (مرتبہ ڈاکٹر معین)

[3] قزوینی: تعلیقات چہار مقالہ صفحہ ۲۳۳ (مرتبہ ڈاکٹر معین)

[4] 〃 〃 〃 صفحہ ۲۳۴ / ۳۶ (〃 〃)